باب#۱۰۴

مکہ میں تیرہ سالہ کشمکش کا اختتامی اعلامیہ

۹۴: سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ [۹۸ — ۳۰: عمّ]

اس سُوْرَۃ کے مخاطبینِ اصلی کون ہیں؟	۱۵۴
تیرہ سالہ مکی دور میں کون جیتا اور کون ہارا	۱۵۵
کفارِ مکہ اور اہلِ کتاب میں قدرِ مشترک: شرک باللہ	۱۵۷
توحید سے اور دین حنیف سے اعراض کی بنا پر اہلِ کتاب گم راہ ہوئے	۱۵۸
شَرُّ الْبَرِیَّۃِ: اللہ کی بد ترین مخلوق	۱۵۸
خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ: اللہ کی بہترین مخلوق	۱۵۹
شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم	۱۵۹

باب#۱۰۴

مکہ میں تیرہ سالہ کشمکش کا اختتامی اعلامیہ

اللہ نے اپنے بندے اور اپنے نبیؐ پر یہ احسان کیا کہ مکّے کو چھوڑنے کی اجازت دینے سے قبل اِس ۱۳ سالہ گزشتہ دور پر تبصرہ کرتی ایک مختصر سی سورۃ، سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ نازل فرمائی، یہی سورۃ اس باب کا موضوع ہے۔

۹۴: سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ [۹۸ — ۳۰:عمّ]

[نزولی اعتبار سے ۹۴ویں، مصحف میں ۹۸ویں نمبر پر، ۳۰ ویں پارے عمّ میں درج سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ]

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ مکی سورۃ ہے یا مدنی

یہ سورۃ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اپنے مکی اور مدنی ہونے میں بڑی مختلف فیہ ہے، نہ مضبوط روایات اِس کا نزولی مقام متعین کرتی ہیں اور نہ ہی مضامین اِس کو کسی ایک جانب قطعیت کے ساتھ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ راقم نے اِس کو نزولی ترتیب میں مکی دور کی آخری تنزیل سے ماقبل رکھا ہے اور مضامین اور اُس وقت کے حالات میں ایک اہم ربط کو محسوس کیا ہے۔ سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ کے بعد سُوْرَۃُ الْحَجّ کا پہلا رکوع اسی نوع کا ہے، جب کہ سُوْرَۃُ الْحَجّ کے باقی رکوعات یقینی مدنی ہیں۔ چناں چہ پہلے رکوع کو ہجرت سے بالکل پہلے رکھا ہے اور سورہ کا باقی حصہ مدنی دور کی اوّلین تنزیل کے طور پر لیا۔ [واللہ اعلم]

اس سُوْرَۃُ کے مخاطبینِ اصلی کون ہیں؟

کلام اللہ میں اہلِ کتاب اور مشرکین کے لیے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوا کا عام صیغہ کسی ایک گروہ کے لیے اور کبھی دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے، کلام کا سیاق و سباق خود متعین کر دیتا ہے کہ خطاب کس جانب ہے۔ اس سورہ مبارکہ کے آغازِ کلام میں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوا کہنے کے بعد من اھل الکتاب والمشرکین کہنے سے معلوم ہو گیا ہے کہ خطاب کا رخ دونوں ہی جانب ہے۔ خطاب کی یہ تبدیلی اس بات کا اظہار ہے کہ اب خطاب مشرکینِ اہلِ مکہ سے مڑ کر، راہ گم کردہ مشرکین اہلِ کتاب کی جانب ہو رہا ہے۔ اصطلاحی طور پر

مشرکین کا لفظ اگرچہ کفارِ اہلِ مکہ کے لیے استعمال ہوا ہے جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی اور ایسے کفار و مشرکین کو جو حاملین کتاب تھے اہلِ کتاب کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے، لیکن اُن کے کفر اور شرک کو قرآن نے متعدد جگہ بیّن طور پر بیان کیا ہے تاکہ مسلم امت حاملین اہلِ کتاب کی گم راہیوں سے بچ سکے مگر افسوس کہ صادق و مصدوق محمد ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلم امت بھی تاریخ کی وادیوں سے گزرتے ہوئے اہلِ کتاب کی طرح شرک و بدعات کی خوگر ہو گئی اور گوہ کے ہر بِل میں گھسی [۱۲۶] ہے اور ہر نوع کے شرک سے آشنا رہی ہے مگر یہ بھی اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہر دور میں علماء اور صلحا نے شرک و بدعات کے خلاف عَلَم کو بھی بلند رکھا ہے۔

تیرہ سالہ مکی دور میں کون جیتا اور کون ہارا

دورِ نبوت کے ابتدائی تیرہ برس اپنے اختتام کو پہنچ رہے ہیں، کم و بیش دو تہائی قرآن مجید اسلام کی بنیادی دعوت و عقائد کے ساتھ نازل ہو چکا ہے۔ مسلمان اپنے آبائی شہر مکہ کو چھوڑ کر یثرب جا چکے ہیں، اللہ کا نبی مکہ کو چھوڑنے کے لیے بالکل تیار ہے، بس اللہ کی طرف سے اشارے کا منتظر ہے کہ جس نے اُسے جس مقام پر مبعوث کیا تھا اُس کی اجازت کے بغیر وہ اُس مقام و محاذ کو نہیں چھوڑ سکتا تھا، اُسے یہ بات یاد دلا دی گئی تھی کہ مچھلی والے کی طرح نہ ہو جانا کہ بلا اجازت مقام بعثت کو چھوڑ دو۔ مکّی زندگی کے آخری ایام کا یہ،، وہ پسِ منظر ہے، جس میں سُوْرَةُ الْبَيِّنَة نازل ہوتی ہے۔

اِن تیرہ برسوں میں دورانِ کشمکش قرآن میں ہر قابلِ ذکر واقعے پر تبصرے اور منکرین کی جانب سے ہر قابلِ اعتنا اعتراض کے جوابات نازل ہوتے رہے تھے۔ کیا تاریخِ اسلام کے اس اہم ترین موڑ [۱۲۷] پر کوئی تبصرہ

---

۱۲۶ ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً آنے والے زمانوں میں تم بالشت، بالشت کے برابر اور ہاتھ کے برابر ان لوگوں کے طور و طریق کو اختیار کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں بیٹھیں گے (جو بہت تنگ اور بُرا ہوتا ہے) تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ لوگ کہ جو پہلے گزر چکے ہیں اور جن کے طور طریقوں کو ہم اختیار کریں گے کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا اگر وہ یہود و نصاریٰ نہیں ہیں تو اور کون ہیں؟ [یعنی تم سے پہلے گزرے ہوئے جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں]۔ (بخاری و مسلم متفق علیه. مشکوٰۃ، جلد چہارم، ڈرانے اور نصیحت کرنے کا بیان۔ حدیث ۱۲۹۲)

۱۲۸ ہجرت تاریخِ اسلام کا اہم ترین موڑ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اسلام کا یہ وہ نقطہ آغاز ہے جس کو امیر المومنین خلیفہ دوم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلامی کیلنڈر کے نشان کے طور پر چنا اور وہ ہجری کیلنڈر کہلایا۔ اُس وقت

نہیں آئے گا؟...... کیا بالکل خلاصہ کر کے اس گزرے دَور کو سامنے نہ لایا جائے گا؟........ کیا اب یہ نہ بتایا جائے گا کہ کشمکش میں مقابل دو فریقوں میں سے کون کام یاب اور کون ناکام ہوا؟........ کیا اس نظریاتی جنگ کے شہ سوار مردانِ کار کی کارکردگی کا اعتراف نہیں ہو گا؟ کیا اِن کو کوئی امتیازی نشان اور تمغہ عطا نہ ہو گا؟ .... کیوں نہیں !

سُوۡرَۃُ الۡبَیِّنَۃ اِن تمام سوالات کے جوابات کے ساتھ نازل ہوئی۔ مختصر سی سورہ ہے ہم اس پر آیت بہ آیت گفتگو کریں گے۔ دیکھیے، پہلی تین آیات میں اُس دَور میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی ضرورت کو متعین و مستحکم کیا گیا ہے، یہ مختصر سورۃ کا مختصر مقدمہ ہے، کوزے میں دریا بند ہے۔

تمھاری رسالت کے بغیر کارِ اصلاح ممکن نہ تھا

﴿۱﴾ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ اے نبیؐ تمھاری دعوت کے انکاری، اہلِ کتاب اور مشرکین [ابراہیم اور اسمٰعیل ؑ کے ماننے والے اور آسمانی کتب سے نابلد، آخرت کے منکر] اپنی جہالت [مشرکانہ افکار اور انکارِ قرآن و رسالتِ محمدیہؐ] سے پلٹنے والے نہیں تھے، جب تک کہ [تمھاری شخصیت کے روپ میں] اُن کے پاس دلیلِ روشن نہ آتی۔ .... [مفہوم آیۃ ۱]

تم رسول اللہ ہو، تلاوتِ کتاب کرتے ہو

﴿۲﴾ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً تم جو اللہ کی جانب سے مقرر، ایک رسُول ہو اور ان لوگوں کو اللہ کی طرف سے بھیجی گئی، ہر ملاوٹ سے پاک ایسی کتاب کی تعلیم دے رہے ہو، .... [مفہوم آیۃ ۲]

کتاب جو قطعی درست ہے

﴿۳﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ جس کے اجزا اور احکام قطعی درست اور واضح تحریر ہیں۔..... [مفہوم آیۃ ۳]

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا، سورۃ کی پہلی تین آیات کا وہ سادہ سا مفہوم ہے جو اُس دور میں موجود بسنے والے

کیلنڈر کے آغاز کے لیے کئی سنگِ میل سامنے آئے، اُس میں ایک تجویز یہ بھی آئی کہ میلاد النبی، یعنی آپ ﷺ کی پیدائش سے کیلنڈر کا آغاز ہو، مگر یہ اسلام کا مزاج ہی نہیں کہ انبیاء کی پیدائش اور وفات کے دن منائے جائیں، اسی لیے خلیفہ دوم نے قمری کیلنڈر کے لیے، اس کو قبول نہیں کیا۔ آغازِ نبوت بھی ایک سنگ میل تھا، غزوہ بدر اور فتح مکہ بھی اسلام کی تاریخ کے اہم موڑ ہیں، لیکن جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر رُکی، وہ ہجرت تھی، اِسی کو سنگِ میل مانا گیا۔

اور سننے والے انسان بغیر کسی تفسیر کے سمجھ سکتے تھے اور آج بھی ایک صاحبِ عقل آدمی اُس دور کے سیاق وسباق کو جاننے کے بعد یا جانے بغیر بھی اِس سورۃ کی تلاوت سے اخذ کر سکتا ہے۔ یہی مفہوم بیش تر مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اِن آیات کے بارے میں یہ گمان کرنا بڑی دور کی کوڑی لانا ہے کہ یہ منکرین کی اِس خواہش کو بیان کر رہی ہیں کہ اُنھیں ایک واضح نشانی دکھائی جائے اور وہ یہ ہے کہ جس ہستی کی طرف وہ دعوت دے رہے ہیں یعنی اللہ، اُس کی طرف سے ایک پیغمبر آسمان سے اترتا نظر آئے اور اتر کر اچھوتے اوراق تلاوت کرے!

کفارِ مکہ اور اہلِ کتاب میں قدرِ مشترک: شرک باللہ

اس سورۃ میں اہلِ کتاب اور مشرکین کے دو مختلف خطابات سے ہر گز یہ نہ سمجھا جائے کہ اہلِ کتاب شرک میں ملوث نہیں تھے بلکہ یہ محض اصطلاحی خطابات ہیں تاکہ مخاطبین بالکل وضاحت سے جان جائیں کہ خطاب دونوں جانب ہے۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ: من مات وهو يشرك بالله شيئا، فقد حرم الله عليه الجنة، ومأواه النار ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ سورۃ میں اس خطاب کی وضاحت کے لیے تفہیم القرآن سے اس سورۃ کے پہلے حاشیے کو یہاں نقل کردیں:

"کفر میں مشترک ہونے کے باوجود ان دونوں گروہوں کو دو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس پہلے انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں میں سے کوئی کتاب، خواہ تحریف شدہ شکل ہی میں سہی، موجود تھی اور وہ اُسے مانتے تھے۔ اور مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی کے پیرو اور کسی کتاب کے ماننے والے نہ تھے۔ قرآن مجید میں اگرچہ اہلِ کتاب کے شِرک کا ذکر بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً عیسائیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں

- اللہ تین خداؤں میں کا ایک ہے (المائدہ، ۷۳)۔
- وہ مسیح ہی کو خدا کہتے ہیں (المائدہ، ۱۷)۔
- وہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں (التوبہ، ۳۰)۔
- اور یہود کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ عُزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (التوبہ، ۳۰)۔

لیکن اس کے باوجود قرآن مجید میں کہیں اُن کے لیے "مشرک" کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان کا ذکر اہلِ کتاب یا اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ (جن کو کتاب دی گئی تھی)، یا یہود اور نصاریٰ کے الفاظ سے کیا گیا ہے، کیوں کہ اُن کا اصل دین توحید ہی تھا، اگرچہ شرک بھی کرتے تھے۔ بخلاف اِس کے غیر اہلِ کتاب کے لیے "مشرک" کا لفظ بطور اصطلاح استعمال کیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ اصل دین شرک ہی کو قرار دیتے تھے اور توحیدِ خالص کے قطعی

منکر تھے۔ یہ فرق اِن دونوں گروہوں کے درمیان صرف اصطلاح ہی میں نہیں بلکہ شریعت کے احکام میں بھی ہے۔ اہلِ کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اگر وہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کو صحیح طریقہ سے ذبح کریں، اوران کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس مشرکین کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔"

توحید سے اور دین حنیف سے اعراض کی بنا پر اہلِ کتاب گم راہ ہوئے

اہلِ کتاب کی گم راہی پر اگلی دو آیات میں روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ اب اُٹھنے والی نئی امت مسلمہ جو ایک ریاست قایم کرنے جارہی ہے اور جسے تا قیامت اللہ کے دین کا علم بردار بن کر کھڑا ہونا ہے، وہ اس طور گم راہ نہ ہو، جس طور سابق اہلِ کتاب ہوئے۔ کہا جارہا ہے کہ بات صاف ہے کہ حاملین کتاب کا راہِ راست سے ہٹ جانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ جن معاملات اور اُمور میں وہ اختلافات کر رہے تھے، اُن کے لیے واضح دلائل نہیں تھے، سارے جھگڑے اور اختلافات تو در حقیقت اَنانیت اور پسِ پردہ مفادات کی وجہ سے تھے حقیقت یہ ہے کہ اُن میں گم راہی اُن کے پاس موجود دلیلِ روشن کے باوجود آئی اور تفرقہ پیدا ہوا۔

﴿۴﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ پھر بھی یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ایسا نہیں کہ جن لوگوں کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں اُن کے پاس دلیلِ روشن نہیں آئی، حقیقت یہ ہے کہ اُن میں گم راہی دلیلِ روشن کے باوجود آئی اور تفرقہ پیدا ہوا۔ .... [مفہوم آیۃ ۴]

﴿۵﴾ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ اُن کو تو اس کے سوا کوئی حکم دیا ہی نہیں گیا تھا کہ صرف ایک اکیلے اللہ کی عبادت و اطاعت کریں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے کل نظام زندگی اور تہذیب و تمدن کو خالصتاً اُس کی مرضی کے تابع کر دیں اور اس معاملے میں کوئی تردد نہ ہو بلکہ بالکل یک سُو رہیں۔ اور حکم دیا گیا تھا کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، بیان شدہ احکام کی تابع داری ہی نہایت صحیح اور درست دین ہے .... [مفہوم آیۃ ۵]

شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ: اللہ کی بد ترین مخلوق

اگلی آیت میں اس تیرہ سالہ دورِ نبوت میں کشمکش کے فریقِ اوّل کی ناکامی اور دردناک انجام کا فیصلہ سنایا جارہا ہے۔ ہر دم تکذیب پر آمادہ اور پیہم اظہارِ دشمنی کرنے والے، اللہ کے دین کی راہ میں روڑے اٹکانے والے اہلِ کتاب، خصوصاً یہود اور مشرکین مکہ کے بارے میں فیصلہ کن بات فرمادی گئی کہ وہ یقیناً جہنّم کی آگ میں جائیں

گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی پیدا کی گئی مخلوق میں سب سے بد ترین ہیں، کیوں کہ انھوں نے حق کو پہچاننے کے باوجود اُس کی مخالفت کی۔

﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ اہلِ کتاب اور مشرکین، جنھوں نے تمھاری دعوت کو ٹھکرایا [کُفر کیا] ہے وہ یقیناً جہنّم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی پیدا کی گئی مخلوق میں سب سے بد ترین ہیں۔ .... [مفہوم آیۃ ۶]

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ: اللہ کی بہترین مخلوق

آگے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس تیرہ سالہ دور میں اخلاص و صبر وفا کے ساتھ چلنے والے جاں نثار صحابہ کرام کا تذکرہ ہے۔ مخلص و جاں نثار ساتھیوں کی شان دار کارکردگی کا اعتراف ہے، بے ساختہ توصیف ہے کہ یہ زمین کے نمک اور پہاڑی کے چراغ کی مانند لوگ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں، یہ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ہیں[۱۲۸]، کیوں کہ انھوں نے اللہ کی عبادت کی اور اُس کی معرفت حاصل کی

﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ﴿۷﴾ دوسری طرف، جو لوگ تمھاری پکار پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔ .... [مفہوم آیۃ ۷]

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

اب اگلی آخری آیہ مبارکہ، جو اس سورۃ کا حاصل ہے۔ اِس آزمائش کے دور میں ساتھ دینے والے جاں نثاروں کو خالقِ کائنات کی جانب سے اس سورہ مبارکہ میں نشان اور تمغے عطا کیے گئے ہیں، جو دنیا بھر کے سارے تمغوں سے اعلیٰ ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ اِس تیرہ سالہ دورِ آزمائش میں ساتھ دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم آخرت میں اللہ

---

۱۲۸ قرآن مجید جب نازل ہو رہا تھا وہ اشاعت اسلام اور اظہارِ دین [غلبہ دین، لیظھرہ علی الدین کلہ] کی جاری تحریک کو بقدر ضرورت رہ نُمائی کے ساتھ اللہ کی جانب سے اُس کشمکش پر تبصروں کو بھی بیان کر رہا تھا، مگر وہ صرف وقتی نہیں تھا، تا قیامت جاری اشاعتِ اسلام اور اظہارِ دین کی جدوجہد کے لیے ایک پاک صحیفہ بھی ہے، جب بھی اُس دور سے مماثل حالات پیدا ہوتے ہیں، قرآن مجید کی اُن حالات اور انسانوں پر منطبق آیات وقت کا نقارہ بن جاتی ہیں۔ آج بھی اس جاری کشمکش میں اسلام کے مخالفین شَرُّ الْبَرِيَّةِ ہیں اور قیامِ دین اور غلبہ دین کا علم اُٹھائے اہلِ ایمان، جو اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا نمونہ ہیں، زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں، خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ہیں

کی جنتوں میں رکھے جائیں گے، جہاں اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ لیکن اس بیان کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حضرات دنیا میں بھی اللہ کے رسول کے ہم راہ، جب توحید کا علم اُٹھائے مصروفِ اقامتِ دین تھے، تب ہی سے اللہ اِن سے راضی تھا اور یہ اللہ سے راضی تھے۔

﴿۸﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ اُن کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشگی کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ سب انعام واکرام، اُس شخص کے لیے ہے جو اپنے خالق ومالک کی نافرمانی اور اُس کی پکڑ سے ڈرا۔ [مفہوم آیۃ ۸]

اللہ کی رضا تو اُس کی جناب میں اپنی خطاؤں پر صدقِ دل سے توبہ پر مل جاتی ہے اگر موت سے پہلے صدقِ دل سے کرلی جائے، چاہے ایک کوڑی بھر نیک عمل کی توفیق نہ ملی ہو تو، تب بھی مل جاتی ہے............رہا اللہ سے راضی ہونا تو اُس کے مخلص بندوں کا اللہ کے نزدیک وہ عظیم قابل قدر عمل ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی رضا لازماً ملتی ہے۔ بیماری، تنگی، ناقدری اور ناخوش گوار تمام طرح کے حالات میں بندے کا اپنے اللہ سے قطعاً ناراض نہ ہونا، حرفِ شکایت زبان پر نہ لانا اور رب کے فیصلوں پر خوش رہنا، صبر وشکر کی وہ عظیم منزل ہے جو بڑے نصیبے والوں کو ملتی ہے۔ امتِ محمدیہؐ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ پہلے سر فروش وجاں نثار تھے جن کے بارے میں رب العالمین نے تصدیقی سند دی کہ وہ اللہ سے راضی تھے۔

محدث عبدالحق دہلویؒ اپنی مشہور تفسیر، تفسیرِ حقانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ "رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا تمغہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریوں اور قدیم جاں نثاروں کو عطا کیا گیا؛ اِس لیے نیک مسلمانوں کا عام دستور ٹھہر گیا ہے کہ جب بھی اِن بزرگواروں کا نام لیا جاوے تو اس رضی اللہ عنہ کے تمغہ کے ساتھ لیا جاوے اور یہ ایک ادب ہے اور جو لوگ اُن کی تنقیص کرتے، جیسا کہ شیعہ وخوارج، وہ گویا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اثر کی تنقیص کرتے ہیں۔" [تفسیر حقانی جلد ہشتم، صفحہ ۲۲۰، الفیصل، لاہور]

☆☆☆☆☆